کے عقلاء اور حکماء اور علماء سرگرداں تھے۔ جس کی ضرورت ایک ادنیٰ انسان سے لیکر بڑے سے بڑے شہنشاہ کو بھی ہے۔ وہ حیّ وقیوم خدا ہے۔ اُس کا یقینی پتہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیا۔ دنیا خاموش تھی۔ اور اس حقیقی یگانہ اور زندہ خدا کا پتہ نہ یروشلم میں مل سکتا تھا۔ جہاں کہ ہزاروں انبیاء مبعوث ہوئے۔ اور نہ موجودہ زمانہ میں ارضِ حجاز میں مل سکتا تھا۔ نہ پارسیوں کے آتش کدہ میں اس کی کوئی جھلک نظر آتی تھی۔ نہ ہندوستان کے منادر میں، نہ مصر کے جامعہ ازہر میں، نہ آکسفورڈ، نہ کیمبرج اور نہ علی گڑھ کی یونیورسٹی میں نہ دیوبند کے مدرسہ میں اس کا پتہ مل سکتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُس خدا کو دکھایا۔ جو کہ آدمؑ نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ۔ عیسیٰ علیہم السلام اور سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا ہے۔ جو کہ اپنے خاص بندوں سے اب بھی بولتا ہے۔ اور باتیں کرتا ہے جیسا کہ پہلے باتیں کرتا تھا۔ اور اب بھی سنتا ہے۔ جیسا کہ پہلے سنتا تھا۔ اسی لئے آپ فرماتے ہیں ؎

آں خدائیکہ ازو اہلِ جہاں بے خبراند
برمن او نمود است گر اہلی بہ پذیر

آپ کے علمی احسانات

آپ نے قرآن مجید کے وہ معارف اور اسرار غامضہ کو بیان فرمایا جسکو باستثنائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی نے آجتک نہیں بیان کیا تھا۔ اِن معارف سے یار و اغیار دونوں نے فائدہ حاصل کیا۔ آپ کی آمد سے قبل عام مسلمانوں کو قرآن سے ایسی محبت اور دلچسپی نہیں تھی جیسی اب پیدا ہو گئی ہے۔ اور یہ اُن کا احسان ہے۔

مقطعات

قرآن کے حروف مقطعات یہہ ایک راز سربستہ تھا۔ جن کو مسئلہ لاینحل سمجھا گیا تھا۔ آپ نے ان کی معانی اور معارف کو ظاہر فرمایا۔

قرآنی قسموں کی فلاسفی سمجھائی

پھر قرآن شریف میں سورج چاند ستارے اور دوسری چیزوں کی قسمیں کھائی گئی ہیں۔ آپ سے پہلے کسی نے قسموں کی حقیقت کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ جب آپ نے قرآنی قسموں کی حقیقت کو ظاہر فرمایا۔ تو مخالفین علماء نے بھی اس سے فائدہ اٹھایا۔ لیکن افسوس کہ اس محسن کا شکریہ ادا نہیں کیا۔

مولانا ابوالکلام اور مولوی ثناء اللہ کی نرالہ بازیاں

غیر احمدیوں میں سب سے زیادہ قرآن دانی کا دعویٰ کرنے والے اور قرآن سے استدلال کرنے والے مولوی ابوالکلام آزاد ہیں۔ وہ ایک جگہ قسم کی فلاسفی بیان کرتے ہیں۔ اور اس طرح بیان کرتے ہیں۔ کہ گویا خود اُن کے کاوش اور فکر کا نتیجہ ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے پہلے آئینہ کمالات اسلام و دیگر کتب میں بڑی وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔

"مولوی ابوالکلام البلاغ نمبر ۵ نمبر ۷ و نمبر ۱۲ جلد ایک میں فخریہ لکھتے ہیں۔ قسم کے معنی شہادت کے ہیں۔ اور دلالت کے ہیں۔ وہ ایک شاہد ہے۔ جو کہ اپنے مابعد کے دعوے کیلئے پیش کیا ہے۔ قسم کا مقصد استشہاد ہوتا ہے۔ ہم خدا کی قسم کھاتے ہیں۔ یعنی کہتے ہیں۔ کہ خدا شاہد ہے ہم نے جھوٹ نہ بولا۔ سورہ والفجر میں هل فی ذالك قسم الذی حجر یعنی ان انك لرسول الله۔ اللہ تعالےٰ نے ان کی تکذیب کی اور کہا۔ اتخذوا ایمانهم جنة۔ خود خدا نے خود ہی شہادت کو قسم سے تعبیر کیا ہے لیکن چونکہ عوام مفسّرین ومتاخرین نے اِس حقیقت پر غور نہیں کیا۔ اس لئے وہ اس دھوکا میں پڑ گئے۔ کہ قسم ان چیزوں کی کھائی جاتی ہے جنمیں بڑائی اور عظمت ہو۔ اس لئے تمام قسموں میں صرف عظمت کو ہی تلاش کرتے ہیں۔ امام رازی گو فرماتے ہیں۔ کہ قسم ایک طرح کی دلیل ہے۔ لیکن چونکہ اصل حقیقت سے پوری طرح متاثر نہیں۔ اسلئے غلطی کو شروع کر دیتے ہیں۔"

اسی طرح مولوی ثناء اللہ نے بھی قسم کی فلاسفی کو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان کی ہے۔ اپنی کتاب "ترک اسلام" میں لیا ہے۔

آپ نے دُعا کا فلسفہ بیان فرمایا

مسئلہ دُعا پر کسقدر اعتراض ہوتے تھے۔ خود مسلمان کہلانے والے اس کے منکر ہو گئے تھے۔ سر سیّد جیسے لوگوں نے اِس پر اعتراض کئے۔ مگر آپ نے نہ صرف اس کی فلاسفی بیان فرمائی۔ بلکہ مشاہدہ کرا دیا۔ اور دکھا دیا کہ یہہ دُعاء ہوتی ہے۔ ایک مقام پر آپ فرماتے فرماتے ہیں ؎

ایکہ گوئی گر دعاء ہا را اثر بودے کجاست
قصہ کوتاہ کن بہ بیں از ما دُعائے مستجاب

(دیکھو برکات الدعاء)

چنانچہ ایسا ہی آپ کے دعاء کے فلسفیانہ مضمون کو آپکی کتاب ایّام صلح صفحہ ۲ سے لفظ بلفظ اور حرف بحرف نقل کر کے ایک شخص قمر الدین نامی نے گجرات کے ایک رسالہ حکمت کے نمبر ۲ میں اپنا کر کے شائع کیا ہے۔

دوزخ اور جنت کی فلاسفی بیان فرمائی

دوزخ اور جنت کو علماء جس رنگ میں پیش کیا کرتے تھے وہ ایسے تھے کہ جن پر سینکڑوں اعتراض وارد ہوتے تھے۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا احسانِ عظیم ہے۔ کہ دوزخ اور جنت کی حقیقت ایسی سمجھائی۔ کہ کسی دشمنِ اسلام کو آپ کی پیش کردہ حقیقت کے مقابلہ میں اعتراض کا حوصلہ نہیں ہو سکتا۔ آپ کا یہ اعجاز ہے۔ کہ دوزخ اور جنت کی حقیقت کو قرآن ہی سے پیش کیا ہے۔ اور احادیث نبویّہ کو بھی ہاتھ سے نہیں دیا ہے۔ مولانا ابوالکلام صاحب آزاد دوزخ اور جنت کے متعلق آپ کے پیش کردہ فلسفہ کا چربہ اتارنے سے بھی نہیں چوکے ہیں۔

فرشتوں کی حقیقت بتاکر اسلامی دنیا پر آپ نے کیا احسان

فرشتوں کی حقیقت پر جو اعتراضات یورپ کے دہریوں نے ہندوستان کے برہموں اور آریوں نے، علی گڑھ کے تعلیم یافتہ لوگوں نے کئے ہیں۔ وہ عیاں اور بیاں ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ صرف فلسفانہ طور پر فرشتوں کی حقیقت ثابت کی بلکہ مشاہدات سے اور ان کے کاموں کے اثرات سے اُن کے وجود کو ثابت فرمایا۔ ہمارے مخالف علماء کہ سکتے ہیں۔ کہ گو دہریہ طبع لوگ وجود ملائکہ کے منکر ہیں۔ لیکن ہم اُن کے وجود کے منکر نہیں۔ فرشتوں کے وجود پر یقین کرنا ہمارے ایمانیات میں سے ہے۔ میں جواب میں کہونگا۔ بیشک آپ فرشتوں کے وجود کے قائل ہیں۔ لیکن ایسے فرشتوں کے جن کی طاقت سلب ہو چکی ہے۔ نہ اب وہ کسی کے پاس آسکتے ہیں۔ اور نہ کسی سے تعلق رکھ سکتے ہیں۔ قیامت تک وحی و الہام لے کر وہ اب زمین پر نہیں اتریں گے شیطان اور اس کی ذریت تو آسکتی ہے۔ شیطانی وحی اور القا کر کے لوگوں کو گمراہ کر سکتی ہے۔ لیکن رشد و ہدایت کا پیغام لانے والے فرشتوں کی کیا مجال ہے۔ جو زمین پر قدم رکھ سکیں۔ سنین ماضیہ میں خدا کے نیک بندوں پر وحیاں لاتے لاتے اور پیغامبری کرتے کرتے تھک گئے۔ اُن کے پروں میں اب پرواز کی طاقت نہیں رہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا احسان ہے۔ کہ آپ نے فرشتوں کا ثبوت دلائل یقینی اور مشاہدات علمیّہ سے دیا۔ یہ فرشتے اب بھی خدا کے نیک بندوں کے پاس آتے اور ان کو بشارتیں دیتے ہیں۔ اِنَّ الَّذِینَ قالوا ربنا الله ثمّ استقاموا تتنزل علیهم الملائکة الّا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون۔

الہامی کتاب جو دعوے کرے اسکی دلیل بھی دے

پھر علم وکلام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایسا اضافہ کیا۔ جو دنیا میں نہیں پایا جاتا تھا۔ وہ یہ کہ الہامی کتاب وہی ہونی چاہیئے جو خود دعویٰ کرے۔ اور خود ہی دلیل بھی دے۔ یہ نہیں کہ ایک دعویٰ کتاب میں موجود ہو لیکن اس کے دلائل کتاب کے ماننے والے دیں۔ یا یہ کہ کتاب خود دعویٰ نہ کرتی ہو۔ لیکن اُس کے ماننے والے اس کی طرف دعویٰ منسوب کریں۔ اس معیار پر دنیا کا

کوئی مذہب اسلام کے مقابل پر نہیں آسکتا ہے۔ (دیکھو "جنگ مقدس" اور دیگر کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس سے فائدہ اٹھایا

اور تو اور ثناء اللہ جیسا مخالف بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس استدلال سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ غیر مسلموں کے مقابل میں جب آتے ہیں۔ تو اسی حربہ کو استعمال کرتے ہیں چنانچہ اپنے رسالہ "الہامی کتاب" کے صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں۔

"الہامی کتاب کے لئے میرے نزدیک ضروری ہے۔ بلکہ کل اہل الرائے کے نزدیک ضروری ہے کہ جس کتاب کو ہم الہامی کہیں۔ اس نے خود بھی دعویٰ کیا ہو۔ اس کے لانے والے یا دوسرے لفظوں میں ملہم کے بھی حالات معلوم ہوں۔ پس کون نہیں جانتا۔ کہ جب تک مدعی دعویٰ نہ کرے گواہ کسی کام کا نہیں۔"

پھر صفحہ ۱۳ میں لکھتے ہیں:-

"قرآن ویدا ور بائبل کی طرح چپ چاپ نہیں کہ معتقدین بقول شخصے پران نمی پرند مریدان می پرانند"

پھر اسی کتاب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا شعر نقل کرتے ہیں ؎

جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

عرش کو غیر مخلوق ثابت کرکے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلامی دنیا پر احسان کیا

ہمارے مخالف علماء سوء نے سونے چاندی اور جواہرات سے مرصع عرش معتقدین کے سامنے پیش کرکے اپنے بیان کی داد لیا کرتے تھے۔ اس طول عرض اور عمق کے اقطار ثلاثہ والے مادی عرش پر اس قدر اعتراضات کے حملے ہوئے کہ اس کے پایہ ہل گئے۔ ان اعتراضوں کے حقیقی اور مسکت جواب ہمارے مخالف علماء کے پاس نہیں تھے یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ احسان ہے۔ کہ آپ نے عرش کا غیر مادی اور غیر مخلوق ہونا ثابت کرکے مخالفینِ اسلام کی زبان بند کردی۔ اب مناظر اسلام کو مناظرے مباحثہ میں اسی عرش کا پایا پکڑ کر پناہ لینا پڑتا ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیش کردہ عرش عظیم ہے۔ ہمارے مخالف علماء کو مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام سے مدد لیکر آریوں، عیسائیوں سے مناظرہ کرکے عوام میں نام پیدا کرنیکا بھی شوق ہے! اور دوسری طرف آپ کی مخالفت کرکے دنیا کمانا بھی ضروری ہے۔ اسلئے بعض اوقات ان کی پوزیشن قابل رحم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مولوی ثناء اللہ صاحب کو بھی ایک موقعہ پر اپنی پوزیشن سنبھالنی مشکل ہوگئی۔ جبکہ وہ اہلحدیث طبقہ کے اُن علماء کے ہاتھوں میں گرفتار ہوگئے۔ جو کہ اُن کو کافر کہنے میں اپنا مفاد سمجھتے تھے۔ اُن علماء کو اپنی مدافعت میں جواب دیتے ہوئے مولوی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں:-

"افسوس ہے۔ کہ اگر آپ کے نزدیک عرش کے مخلوق ہونیکا ثبوت ایسا ہی قطعی ہے۔ تو آپ مرزا صاحب قادیانی کو کیوں نہیں دکھاتے۔ کہ جس نے اشتہار دیا ہوا ہے۔ کہ جو مجھکو عرش کا جسم ہونا ثابت کردے۔ ایک ہزار روپیہ مجھ سے انعام لے۔ کیا میں ہی آپ کے پنجۂ مشق کا ظلم ہوں۔ (الکلام المبین صفحہ ۶۷)

عربی زبان اُم الالسنہ ہے

قدامت زبان اور الہامی زبان کی بحث میں مخالف علماء آریوں کے مقابلہ سے پہلو بچا کر اپنی کمزوری کا مظاہرہ کیا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عربی زبان کا ام الالسنہ ہونا ثابت کیا۔ چونکہ حضور اقدسؑ کی کتاب "منن الرحمٰن" ابھی شائع نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے آریوں سے بحث کرنے میں مولوی ثناء اللہ صاحب کی زک ایسی تمام ہوئی جس سے بری ہونا ممکن نہیں

مولوی ثناء اللہ صاحب آریوں کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"آگے آپ نے جو عربی زبان کے متعلق طول طویل تقریر کی ہے۔ میرے مضمون سے خارج ہے۔ اس لئے اس کا جواب دینا اپنا فرض نہیں سمجھتا۔ اس کا جواب دیکھنا ہو تو مرزا غلام احمدؐ قادیانی کی کتاب ملاحظہ کریں۔" (صفحہ ۱۳)

بحیثیت حکم عدل مسائل مختلفہ کا بہترین فیصلہ

مختلف مسائل کو حل کرنیکا جو معیار آپ نے پیش کیا ہے۔ اس معیار پر عمل کرنے سے تمام مسائل خود بخود حل ہو جاتے ہیں۔ آپ نے قرآن مجید کو قاضی اور حکم قرار دیا ہے۔ سنت۔ تعامل اور احادیث کو اس کے تائیدی گواہ (دیکھو ریویو بر مباحثہ چکڑالوی و بٹالوی)

اس اصل کے ماتحت وفات حیات مسیحؑ کے جھگڑے نزول مسیح، دجال، یاجوج ماجوج، مسئلہ نبوت۔ خلافت شیعہ سنی۔ مقلد غیر مقلد کے اختلافات سب حل ہو جاتے ہیں۔

زبان اردو پر آپ کا احسان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے زبان اردو پر بھی احسان کیا ہے۔ اور ایسے الفاظ داخل فرمائے ہیں جن کو اردو دنیا آپ سے پہلے استعمال نہیں کرتی تھی۔ جیسا کہ:- زندہ خدا۔ زندہ رسول۔ زندہ کتاب زندہ زبان۔ زندہ مذہب وغیرہ بیسیوں ایسے الفاظ ہیں۔ جن کو کسی کتاب میں نہیں پاؤگے۔ لیکن اب مخالفین بھی اس کو استعمال کرنے لگے ہیں۔

بڑے سے بڑے زباندان

آپ کا تتبع کرتے ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کشتی نوح میں ایک عبارت تحریر فرماتے ہیں۔ جسکا مفہوم اس طرح پر ہے۔ کہ تمہارے اندر سے ایمان اس طرح پرواز کرگیا۔ جس طرح کبوتر اپنے گھونسلہ سے۔

میں اس ٹوہ میں لگا رہا۔ کہ دیکھوں کسی نے اس محاورہ کو آپ کی تتبع میں استعمال کیا ہے۔ یا نہیں۔ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا۔ میری نگاہ ابو الکلام صاحب نے البلاغ جلد ا نمبر ا پر پڑی۔ جس میں آپ اراکین علی گڑھ کالج کو اپنی الفاظ میں توبیخ فرماتے ہیں۔

"مگر افسوس تمہارے دل سے خوف خدا اس طرح نکل گیا۔ جس طرح کبوتر اپنے گھونسلے سے نکل جاتا ہے۔"

اسی طرح یہی محاورہ اردو کے روزانہ اخبار جو اس زمانہ میں کلکتہ سے نکلتا ہے۔ استعمال کیا گیا ہے۔ اردو زبان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ زندہ زبان ہوگئی ہے۔ اب دنیا کی کوئی طاقت نہیں۔ جو اسے مٹا سکے۔ آپ کے اکثر الہامات اردو میں ہیں۔ آپ نے اکثر کتابیں اردو میں لکھی ہیں۔ آپ کے ملفوظات اور مکتوبات اردو میں ہیں۔ اور خدا نے یہ مقدر کر رکھا ہے۔ اسلئے احمدیت کے ساتھ ساتھ اردو کی ترقی بھی لازمی ہے۔ خدا نے توفیق دی تو اُن الفاظ اور محاورات کی ایک جامع فہرست بھی پیش کرونگا۔ جو کہ حضورؑ نے تقریراً اور تحریراً استعمال کئے ہیں۔

میرے آقا کے ذکرے غیروں کی زبان اور قلم سے

(بقیہ صفحہ ۱۹)

(۸)

براہین احمدیہ اور اس مؤلف پر

ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے۔ جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی۔ اور آئندہ کی خبر نہیں لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔

اسکا مؤلف بھی اسلام کی مالی۔ جانی۔ قلمی و لسانی وحالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے۔ کہ جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے...... ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتا دے جس میں فرقہ ہائے مخالفینِ اسلام خصوصاً آریہ سماج و برہمو سماج سے اس زور و شور سے مقابلہ پایہ جاتا ہو** ** اور دو چار ایسے اشخاص انصارِ اسلام کی نشان دہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی و قلمی و لسانی کے علاوہ نصرت حالی کا بیڑا اٹھالیا ہو۔ اور مخالفین اسلام اور منکرین الہام کے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لباس بہت سادہ ہوتا تھا۔ گرمیوں میں ململ کا کرتا۔ اور کسی قسم کے موٹے کپڑے کا پاجامہ پہنتے تھے۔ سر پر رومی ٹوپی رکھتے تھے۔ لیکن اندرون خانہ ننگے سر بیٹھ کر تحریر کا کام کرتے تھے۔ کرتے پر عموماً ایک واسکٹ پہنتے تھے جس کی جیب میں کچھ نقدی اور گھڑی رکھتے تھے۔ گھڑی کو بعض دفعہ ایک رومال میں باندھ کر جیب میں ڈال لیتے تھے۔

باہر آنے کے وقت سر پر عمامہ ٹوپی کے اوپر باندھ لیتے تھے۔ اور ایک لمبا کوٹ یا چوغہ واسکٹ کے اوپر پہن لیتے تھے۔

آپ کا عمامہ عموماً سفید ململ کا اور بھاری عمامہ ہوتا تھا۔ چھوٹا عمامہ چند لپیٹ کا آپ کو پسند نہ تھا ایک دفعہ خواجہ کمال الدین صاحب جب پشاور میں وکالت کرتے تھے۔ تو ایک بہت ہی مختصر سی لنگی دوتین لپیٹ والی سر پر باندھے ہوئے آئے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُن کی طرف تبسم کرتے ہوئے فرمایا۔

"خواجہ صاحب! یہ کیا آپ نے جھنگی سی باندھ لی ہے۔"

جھنگی اس کپڑے کو کہتے ہیں۔ جو ہندو صاحبان اپنے باپ یا ماں کے مرنے پر سر منڈوا کر ایک چھوٹا سا کپڑا سر پر باندھ لیتے ہیں۔

ایک دفعہ ایک دوست نے کسی امیر کی بعض فضول خرچیوں کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں شکائت کرتے ہوئے کہا۔ کہ وہ بیشک روزانہ صاف کرتہ پاجامہ بدل لیا کریں۔ حضرت نے فرمایا۔

"ہم تو ساتویں دن کپڑے بدلتے ہیں۔"

حضرت صاحب جب مکان سے باہر تشریف لاتے تھے۔ تو پورے لباس میں ہوتے تھے۔ یعنی کرتہ۔ پاجامہ۔ واسکٹ۔ لمبا کوٹ۔ اور عمامہ پہنے ہوئے ہوتے تھے۔ اور مسجد میں بھی اسی طرح پورے لباس میں تشریف فرما ہوتے تھے۔ جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ کی عادت ہے۔ کہ ہمیشہ پورے لباس میں مسجد میں تشریف لاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پاجامہ ڈھیلا اور کشادہ ہوتا تھا جسکو اہلحدیث شرعی پاجامہ کہتے ہیں۔ اس سے بھی کسی قدر کھلا ہوتا تھا۔ مگر آپ کو سلوار پہنے ہوئے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ جو بہت کھلی ہوتی ہے۔ البتہ ابتدائی زمانہ میں ایک دفعہ میں نے حضرت صاحب کو غرارہ پہنے دیکھا ہے۔ جو پتلون نما مگر بہت کھلا پاجامہ ہوتا ہے۔ اب اس کا رواج نہیں۔ مگر تیرھویں صدی ہجری کے آخر میں پنجاب کے شرفاء میں اس کا رواج بہت تھا۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لباس کے معاملہ میں کسی خاص فیشن کے پابند نہ تھے۔ اسواسطے جس قسم کا کپڑا کوئی دوست پیش کرتا۔ اُسے پہن لیتے۔

عموماً آپ کا عمامہ سفید ململ کا ہوتا۔ مگر ایک دفعہ ایک دوست لنگی لائے۔ جو غالباً زرد رنگ کی تھی۔ اور اس میں پلہ بھی تھا۔ جو دونوں طرف ہوتا ہے۔ تو آپ نے وہی لنگی سر پر باندھ لی۔ رات کیوقت پاجامہ اتار کر ایک تہ بند چادر باندھ لیا کرتے تھے ایک دفعہ کسی شخص نے عرض کی۔ کہ حضور کوٹ پتلون کا پہننا کیسا ہے۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ یہ لباس ہمارے ملک میں شرفاء کا نہیں۔ اور جو لباس کسی ملک میں شرفاء میں استعمال نہ ہوتا ہو۔ اُس کے پہننے سے آدمی انگشت نما ہو جاتا ہے۔ اور انگشت نمائی سے حتی الوسع بچنا اچھا ہے۔

آخری سالوں میں عموماً شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم حضور کے واسطے کوٹ واسکٹ اور پاجامہ بنوا کر لایا کرتے تھے۔ اور وہی پہنا کرتے تھے۔ اور عموماً گرمیوں میں بھی آخری سالوں میں سرج کا کوٹ پہنے رہتے تھے۔ مکان سے باہر نکلتے تھے۔ تو عصاء ضرور ہاتھ میں ہوتا تھا۔ اور اگر خدام کے ہجوم میں کسی کا پاؤں حضور کے عصاء کو لگ جاتا۔ تو پیچھے پھر کر نہ دیکھتے کہ کس کا پاؤں لگا ہے۔ تاکہ کوئی شرمندہ نہ ہو۔ اور پھر عصاء کو ایسی طرح اٹھا لیتے۔ کہ وہ زمین سے نہ لگتا۔ تاکہ پھر کسی کا پاؤں اس پر نہ پڑے۔

جب سردی بہت تیز ہوتی تو پوستین پہنا کرتے تھے۔ جو غالباً صاحبزادہ عبداللطیف شہید نے حضور کی خدمت میں پیش کی تھی۔ لیکن یہ پوستین چند سال ہی دیکھی گئی۔

تنگ لباس آپ پسند نہ کرتے تھے۔ اسی وجہ سے گلے کا بٹن اکثر کھلا رہتا تھا۔ آپ کا لباس بہت قیمتی نہ ہوتا تھا۔ اور نہ کبھی آپ نے لباس کے بنوانے پر کوئی خاص توجہ کی تھی۔ جیسا گھر والوں نے بنادیا یا باہر سے کوئی دوست بنوا لایا۔ بے تکلف پہن لیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں اور فضل بے انتہا ہوں آپ کی روح پر اور آپ کی اہلیہ اور اولاد پر اولاد در اولاد پر ابدالآباد کے لئے۔ آمین ثم آمین

خدا کے نبی اور رسول پر خدا کی آخری وحی

(۱)

اس آخری زمانہ کا رسول اور نبی احمد علیہ السلام ۲۶ اپریل ۱۹۰۸ء کو لاہور تشریف لے گئے۔ اس روز بوقت چار بجے صبح آپ پر حسب ذیل وحی نازل ہوئی:۔

مباش ایمن از بازیٔ روزگار

اس کے بعد قادیان کی زمین پر حضورؑ پر دوسری کوئی وحی نازل نہیں ہوئی۔ اسلئے یہ قادیان میں آخری وحی تھی۔

(۲) لاہور میں سب سے آخری وحی

اِنّی مع الرسول اقوم

اس وحی کا شان نزول یہ ہے۔ کہ آپ لاہور کی تعلیم یافتہ جماعت میں ایک تقریر فرمانی چاہتے تھے۔ کہ ۱۶ مئی کی رات کو آپ کی طبیعت ناساز ہوگئی۔ اور ۱۷ مئی کی صبح کو آپ میں طاقت نہ تھی۔ کہ آپ تقریر کر سکیں۔ تب خدا کی طرف سے یہ الہام نازل ہوا۔ اور وقت آپ اسی وعدہ کے مطابق تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوگئے۔ اور ایک زبردست تقریر فرمائی۔

(۳) آخری وحی

الرَّحیلُ ثمّ الرَّحیلُ والموتُ قریبٌ

یہ وحی ۲۰ مئی ۱۹۰۸ء کو ہوئی۔ اور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو خدا کا محبوب اور پیارا نبی اور رسول ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہو کر وصال پا گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(از حضرت خان ذوالفقار علی خانصاحب گوہر رامپوری)

اے ساکنانِ ارض یہ کیا انتشار ہے
ہر شخص اپنے حال میں کیوں بیقرار ہے

قومیں ہوں یا ہوں فرد سلاطیں ہوں یا فقیر
چھایا ہوا ہر اک پہ غم و اضطرار ہے

کرتے ہیں ہم جب اہلِ مذاہب پہ اک نظر
اُن میں بھی انشقاق ہے اور انتشار ہے

دیر و حرم ہوں یا ہوں کلیسا و صومعہ
اُن سب میں رات دن یہی شور و پکار ہے

یارب کسی کو بھیج کہ غم سے نجات دے
تیرے نبی کا ہم کو بہت انتظار ہے

امن و اماں کا نام ہی دنیا میں اب نہیں
آتش فشاں زمیں ہے تو فلک شعلہ بار ہے

امکان و اطمینان زمانہ سے مٹ گیا
خونریزیوں سے سینۂ عالم فگار ہے

حلِ مشکلاتِ دہر کا دشوار ہو گیا
دامانِ فکر و ہوش و خرد تار تار ہے

جتنا سنبھالتے ہیں بگڑتے ہیں کاروبار
گویا کہ خرطنوں میں یہی خون شرار ہے

ہے علم کائنات سے ہر قوم باخبر
وہ علم ہی تباہیوں کا راز دار ہے

وہ علم ہی اب ان کی ہلاکت کا ہے سبب
پیکِ قضا کیطرح سروں پر سوار ہے

یہ عیشِ چند روزہ میں بدمست ہو گئے
سمجھے کہ لازوال ہے یہ پائیدار ہے

یہ علم اور نتائجِ عملی کی کائنات
فضلِ خدا نہ ہو تو یہ لعنت کا بار ہے

اک رہنمائے علم و عمل آیا وقت پر
وہ رحمت اور فضلِ خدا لایا وقت پر

قوموں کو آکے اُس نے کہا ہوشیار ہو
مجھکو کرو قبول کہ تم بختیار ہو

میں وہ ہوں جس کے آنیکے تم تھے امیدوار
ناجی ہوں میں سنو میری اور رستگار ہو

میں وہ ہوں جسکی دی تھی خبر ہر رسول نے
کشتی میں میری بیٹھ کے طوفاں سے پار ہو

میرے سوا کوئی نہیں آئیگا حشر تک
کیوں دوسروں کے آنیکا اب انتظار ہو

مہدی ہوں اور کرشن ہوں میں ہوں مسیحِ وقت
موعودِ ہر زمیں ہوں میرے ساز گار ہو

ہر قوم کا ہے درد میرے دل میں ایک سا
میں جسطرف چلاؤں چلو۔ کامگار ہو

میں شہریارِ امنِ دو عالم ہوں غافلو!
آؤ میری پناہ میں گر ہوشیار ہو

ہے میرے ساتھ ذرّہ ہر اک کائنات کا
مانو مجھے کہ رحمتِ پروردگار ہو

میں رحمتِ خدا ہوں ہر اک قوم کیلئے
میں بھی ہوں تم بھی حق کے مددگار ہو

شاہد ہیں آسمان و زمیں میرے صدق کے
تم مجھکو مان لو جو صداقت شعار ہو

جلدی کرو نہ دوستو تکذیب و کفر میں
ایسا نہ ہو خدا کے غضب کا شکار ہو

دینِ محمدی کے صداقت کا ہو نشاں
دیکھو نشانِ صدق اگر بردبار ہو۔

ہوگا ذلیل و خوار ہر اک منکر و شریر
باز آؤ تم شرارتوں سے تا نہ خوار ہو

سیلاب اور زلازل و امراض و قحط و جنگ
تکذیب کر کے کوئی کیوں انکا شکار ہو

آئینگی یہ بلائیں کہ منکر ہلاک ہوں
دنیا پہ میرا صدقِ بیاں آشکار ہو

مہدی ہوں میں خسوفِ قمر اور کسوفِ شمس
ہونگے بہم کہ حق کا نشاں آشکار ہو

محفوظ ہر بلا سے رہینگے وہ پاک دل
مجھ سے میرے خدا سے جنہیں دل سے پیار ہو

ہو کر رہیگا وہ جو نوشتوں میں ہے لکھا
مجھکو قبول کر لو اگر ہونہار ہو

کہتا ہوں سچ نبی بھی ہوں امتی بھی ہوں
خاتم ہوں اولیاء کا میں ایسا دلربا بھی ہوں

اے ساکنانِ دہر ہوئے پورے سب نشان
آیا مسیحِ وقت حقیقت ہوئی عیاں

سورج کیطرح اسکی صداقت ہے آشکار
صد حیف اب بھی اس سے ہیں ایسے بدگماں

اے سرزمینِ ہند نہیں یاد کیا تجھے
وہ کانگڑہ۔ بہار۔ وہ کوئٹہ کی داستاں

طاعون و قحط اور وہ سیلاب جابجا
موسے ندی کا زور و سیلابِ جاں ستاں

اے سرزمینِ یورپ و امریکہ کیا ہوا
جنگِ عظیم یاد کرو چھوڑو سب نشاں

ڈوئی کو اور بگٹ کو بھلایا تو غم نہیں
حیرت ہے بھولے جنگ کی وہ ہولناکیاں

انجام زارِ روس کا بھولے ہو کس لئے
وہ طمطراق ہمکو دکھاؤ تو ہے کہاں

قیصر کہاں جو کہتا تھا تیغِ خدا ہوں میں
وہ تیغ جنگ کے ہو گئی بے تیر کی کماں

وہ احترام کو شنک و یلدیز مٹ گیا
ترکی کی وہ خلافتِ عُلیہ ہے بے نشاں

جاپان و اندلس تھی بہت خوش کہ بچ گئے
کس کو خبر تھی جو کہ گذرتی ہے اب وہاں

ظلمِ عظیم کرتے ہیں یہ اپنی جان پر
کیا جلد بھول بیٹھے تھے وہ خون کی ندیاں

دہرا دیا فلک نے پھر افسانۂ کہن
یاد آیا ظالموں کو وہ گذرا ہوا سماں

اوروں سے جو کیا تھا بھگتنا پڑا وہی
اے اندلوسیہ یہ ہے تقدیرِ آسماں

حبشہ پہ فلسطین پہ جو گذری گذر گئی
یورپ خدا سے ڈر کہ نہ بدلا ملے یہاں

جو پہلے بچ گئے تھے دعاؤں کے زور سے
ڈر ہے کہ آ نہ جائیں کہیں ان کی باریاں

جو کچھ کہا تھا حضرت احمدؑ نے ہو چکا
جو کچھ بتا گئے ہیں وہ سب ہوگا بے گماں

اے غافلو! ہزاروں نشاں دیکھکر یہ کفر
ایسا نہ ہو غضب کی گریں تم پہ بجلیاں

خاصانِ حق سے لڑ کے تباہی میں مت پڑو
آجاؤ تم نہ دورِ حوادث میں ناگہاں

جو دوستوں کو سمجھے عدو، بدنصیب ہے
ہمدرد اس کی ہوگی زمیں اور نہ آسماں

ہوشیار کر رہا ہے تمہیں ایک دردمند
توبہ کرو کہ ہو درِ توبہ نہ تم پہ بند

چھوٹے چھوٹے فقروں میں مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کی جھلک

فطرتِ طیّبہ
(۱)

فطرتاً میرے دل کو خدا تعالیٰ کی طرف وفاداری کے ساتھ ایک کشش ہے۔ جو کسی چیز کے روکنے سے رُک نہیں سکتی۔ سو یہ اُس کی عنایت ہے۔

میرا کرکٹ
(۲)

ایک کرکٹ میچ پر حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ نے زمانہ صاحبزادگی میں فرمایا۔ آپ کرکٹ پر کیوں نہیں گئے؟ تو فرمایا:- "وہ تو کھیل کود کر واپس آجائیں گے۔ مگر میں وہ کرکٹ کھیل رہا ہوں۔ جو قیامت تک باقی رہے گا۔"

غیرتِ دینی
(۳)

فرمایا:- "میری جائیداد کا تباہ ہونا اور میرے بچوں کا آنکھوں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے ہونا مجھ پر آسان ہے بہ نسبت دین کے ہتک اور استخفاف کے دیکھنے اور اس پر صبر کرنے کے"

محبّتِ الٰہی
(۴)

دلبر کی رہ میں یہ دل ڈرتا نہیں کسی سے
ہوشیار ساری دنیا اک باولا یہی ہے

نوکری سے بیزاری
(۵)

میں کوئی نوکری نہیں کرنی چاہتا ہوں۔ دو جوڑے کھدر کے کپڑوں کے بنا دیا کرو۔ اور روٹی جیسی بھی ہو بھیجدیا کرو۔

مقدمات میں آپکا دستور العمل
(۶)

نمازیوں سے فرمایا:- مجھ کو مقدمہ کی تاریخ پر جانا ہے۔ میں والد صاحب کے حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ دعا کرو۔ کہ مقدمہ حق حق ہو۔ اور مجھے مخلصی ملے۔ میں نہیں کہتا۔ کہ میرے حق میں ہو۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ کہ حق کیا ہے۔ پس جو اس کے علم میں حق ہے۔ اسی کی تائید اور فتح ہو۔

روزانہ کی چند دعائیں
(۷)

فرمایا میں التزاماً چند دعائیں روز مانگا کرتا ہوں۔

اوّل۔ اپنے نفس کے لئے دعائیں مانگتا ہوں۔ کہ خدا مجھ سے وہ کام لے جس سے اس کی عزت وجلال ظاہر ہو۔ اور اپنی رضا کی پوری توفیق عطا کرے۔

۲:- پھر اپنے گھر کے لئے مانگتا ہوں۔ کہ ان کو قرۃ عین عطا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات کی راہ پر چلیں۔

۳۔ پھر اپنے بچوں کیلئے مانگتا ہوں۔ کہ یہ سب دین کے خدام بنیں۔

۴۔ پھر اپنے مخلص دوستوں کے نام بنام

۵ - پھر ان سب کے لئے جو اس سلسلہ سے وابستہ ہیں۔ خواہ ہم اُن کو جانتے ہیں یا نہیں۔

دین کی راہ میں کوئی روک نہ ہوتی تھی
(۸)

فرمایا:- میرا تو یہ حال ہے۔ کہ پاخانہ پیشاب پر بھی افسوس آتا ہے۔ کہ اتنا وقت ضائع جاتا ہے یہ بھی کسی دینی کام میں لگ جائے۔

فرمایا:- کوئی مشغولی اور تصرف جو دینی کاموں میں حارج ہو۔ اور وقت کا کوئی حصہ لے مجھے سخت ناگوار ہے۔

فرمایا:- جب کوئی دینی ضروری کام آپڑے۔ تو میں اپنے اوپر کھانا پینا اور سونا حرام کرلیتا ہوں۔ جبتک وہ کام نہ ہو جائے۔

فرمایا:- ہم دین کے لئے ہیں۔ اور دین کی خاطر زندگی بسر کرتے ہیں۔ پس دین کی راہ میں ہمیں کوئی روک نہ ہو۔

ہمارا پیار اور ہماری دُعائیں کون لے سکتا ہے
(۹)

جو شخص چاہے کہ ہم اس سے پیار کریں اور ہماری دعائیں نیاز مندی اور سوز سے اس کے حق میں آسمان پر جائیں۔ وہ ہمیں اس بات کا یقین دلا دے۔ کہ وہ خادم دین ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

خدا ہمارا متکفل ہے
(۱۰)

ہمارا تو یہ اعتقاد ہے۔ کہ اگر سارا جہان ہمارا عیال ہو جائے۔ تو ہمارے مہمات کا متکفل خدا ہے۔ ہم پر ذرا بوجھ نہیں۔

نفس پر قابو
(۱۱)

میں اپنے نفس پر اتنا قابو رکھتا ہوں۔ اور خدا تعالیٰ نے میرے نفس کو ایسا مسلمان بنایا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص ایک سال بھر میرے سامنے بیٹھکر میرے نفس کو گندی سے گندی گالی دیتا رہے۔ آخر وہی شرمندہ ہوگا۔ اور اسے اقرار کرنا پڑے گا۔ کہ وہ میرے پاؤں اپنی جگہ سے اکھاڑ نہ سکا۔

کل بنی نوع انسان سے ہمدردی
(۱۲)

ہمارا یہ اصول ہے۔ کہ کل بنی نوع کی ہمدردی کرو۔ اگر ایک شخص ایک ہمسایہ ہندو کو دیکھتا ہے۔ کہ اس کے گھر میں آگ لگ گئی۔ اور یہ نہیں اٹھتا کہ آگ بجھانے میں مدد دے۔ تو میں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ وہ مجھ سے نہیں۔

اگر ایک شخص ہمارے مریدوں میں سے دیکھتا ہے۔ کہ ایک عیسائی کو کوئی قتل کرتا ہے۔ اور وہ اس کے چھڑانے کیلئے مدد نہیں کرتا۔ تو میں تم کو بالکل درست کہتا ہوں۔ کہ وہ ہم میں سے نہیں۔ (سراج منیر)

لوہے کے کنگن
(۱۳)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں:-

"مجھے خوب یاد ہے۔ کہ جس روز ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ صاحب قادیان میں حضرت کے مکان کی تلاشی لینے آئے تھے۔ اور قبل از وقت اس کا کوئی پتہ اور خبر نہ تھی۔ اور نہ ہو سکتی تھی۔ اسی صبح کو کہیں سے ہمارے میر صاحب نے سن لیا۔ کہ آج وارنٹ ہتھکڑی سمیت آوے گا۔ میر صاحب جو اس باختہ سراز پا نشناختہ حضرت کو اس کی خبر کرنے اندر دوڑ گئے۔ اور غلبہ رقت کی وجہ سے بمشکل اس ناگوار خبر کے منہ سے برقعہ اتارا۔ حضرت موقت "نور القرآن" لکھ رہے تھے اور بڑا ہی لطیف اور نازک مضمون درپیش تھا۔ سر اٹھا کر اور مسکرا کر فرمایا۔

میر صاحب لوگ دنیا کی خوشیوں میں چاندی سونے کے کنگن پہنا ہی کرتے ہیں۔ ہم سمجھ لیں گے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں لوہے کے کنگن پہن لئے۔

پھر ذرا تامل کے بعد فرمایا:- مگر ایسا نہ ہوگا کیونکہ خدا تعالیٰ کی اپنی گورنمنٹ کے مصالح ہوتے ہیں۔ وہ اپنے خلفاء اور مامورین کی اس رسوائی کو پسند نہیں کرتا۔ منہ

حضور علیہ السلام رات کس طرح گزارتے تھے

(۱)

حضرت پیر سراج الحق صاحب جمالی نعمانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا۔ کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شیخ حامد علی مرحوم کو۔ جو دن رات آپ کی خدمت میں رہتے تھے۔ اور جن کی نسبت آپ نے فرمایا تھا۔ کہ حامد علی جیسا کہ اب دنیا میں میرے ساتھ ہے اسی طرح بہشت میں میرے ساتھ ہوگا۔ امرتسر کسی کام کے لئے روانہ فرمایا۔ چونکہ میں یوں تو ہمیشہ خدمت میں رہتا تھا۔ مگر خدمت کے طور پر مجھ سے کام نہیں لیتے تھے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ حضور شیخ حامد علی تو امرتسر چلے گئے۔ رات کو آپ کو تکلیف ہوگی۔ میرا جی چاہتا ہے۔ کہ رات کو بھی آپ کی خدمت مبارک میں رہوں۔ اور جو کام آپ کے ہوں وہ بخوشی دل سے کروں۔ سو تو میں آج تمنا پوری ہوئی۔ فرمایا بہت اچھا۔ پھر میں بعد نماز عشاء اس کا تہیہ کر کے مسجد مبارک کی چھت پر پہنچا۔ اس زمانہ میں ایک عشرہ کے لئے چلہ کیا گیا تھا اور وہ چلہ ایک خاص کام کے لئے دعاء کا تھا۔ جب میں پہنچا۔ تو فرمایا۔ صاحبزادہ صاحب آگئے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ حضرت صلی اللہ علیک وعلی محمد آگیا۔ آپ ٹہلتے رہے۔ اور کچھ دعائیں وغیرہ پڑھتے رہے۔ پھر آپ نے قرآن مجید یعنی حمائل ہاتھ میں لی۔ اور مغربی مینارہ پر لالٹین رکھ کر پڑھتے رہے۔ درمیانی اور باریک آواز سے۔ میں بیٹھا رہا۔ کہ جب کوئی کام حضرت اقدس علیہ السلام فرمائیں گے میں کرونگا۔ خواہ تمام رات جاگنا پڑے۔ لیکن آپ نے مجھے کوئی کام نہ فرمایا۔ آپ نے اپنا کرتا اتارا اور نہ تہبند باندھا۔ گرمیوں کے دن تھے فرش مسجد پر لیٹ گئے۔ اس پر بوریا چٹائی یا جانماز کچھ نہیں تھا اور سیدھے لیٹ گئے۔ ہاتھ پیر پھیلا دیئے۔ اور فرمایا۔ کہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ ہمیں بغیر چارپائی کے نیند نہیں آتی۔ اور کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ ہمیں تو خوب خدا کے فضل سے زمین پر نیند آتی ہے اور ہاضمہ میں بھی کوئی فتور نہیں ہوتا۔ میں آپ کے پیر دبانے لگا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ صاحبزادہ صاحب رات بہت چلی گئی سو جاؤ۔ تمہیں بہت تکلیف ہوئی۔ ہمارے کام تو چلے ہی جاتے ہیں۔ اور ہمیں کام ہی کیا ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ کہ حضرت صلی اللہ علیک وعلی محمد مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ بہت بہت سفر کئے۔ پہاڑی ملک میں جانا پڑا۔ بدن سدھا ہوا ہے۔ پھر فرمایا۔ تم تو پیر ہو۔ پیروں کی تو عادت ہوتی ہے۔ کہ بغیر چار پائی اور عمدہ بستر کے نیند نہیں آتی میں نیچے سے تمہارے واسطے چار پائی اور بستر گدگدا اچھا سا لاتا ہوں۔ میں یہ سنکر خوفزدہ ہوگیا۔ اور کانپنے لگا۔ کہ ایسا نہ ہو۔ کہ آپ یہ تکلیف گوارہ کریں۔ میں نے عرض کیا۔ کہ حضور مجھے زمین پر سونے کی واقعی عادت ہے کیونکہ چھ چھ ماہ اور سال سال بھر کی چلہ کشیاں کی ہیں۔ چار پائی کا نشان بھی نہ ہوتا تھا۔ اور قادیان میں عموماً چار پائی پر کم لیٹنا پڑتا ہے اور حضور ایک تھوڑی سی بات کیواسطے تین منزلہ سے نیچے جائیں۔ اور بوجھ لادیں۔ مجھے یہ منظور نہیں۔ علاوہ بریں میرے والد صاحب شاہ حبیب الرحمٰن صاحب مرحوم جو حضور کے دعویٰ سے پہلے گذر گئے۔ انہوں نے بھی یہ عادت ڈالدی، اکثر زمین پر سلاتے اور سردیوں میں حالانکہ سب کچھ تھا۔ گرم کپڑے نہ بنا کر دیتے۔ اگر کوئی کہتا۔ تو فرماتے کہ فقیری اور آرام طلبی جمع نہیں ہو سکتیں۔ حضرت اقدس علیہ السلام اس بات کو سنکر خوش ہوگئے۔ فرمایا تمہارے والد صاحب کا ایسا کرنا اب کام آگیا۔ اور ایسا ہی چاہیئے۔ اور احباب کو یہی کرنا چاہیئے۔ کہ آرام طلبی نہ ہو۔ فرمایا ہمارا جی چاہتا ہے۔ کہ ہمارے دوست واحباب ایسے بن جائیں۔ کہ گویا فرشتے ہیں اور ابھی آسمان سے اُترے ہیں۔ یہ دنیا میں ہوں۔ مگر نہ ہوں۔ پھر فرمایا میں بایاں پاسا بدل لوں یعنی بائیں کروٹ لے لوں۔ میں نے عرض کیا۔ کہ حضرت صلی اللہ علیک وعلی محمد بہت اچھا آپ سو گئے اور میں سر سے لیکر پاؤں تک دباتا ہوا آیا۔ آپ کی آنکھ کھل گئی۔ فرمایا۔ ابھی سوئے نہیں دبا رہے ہو۔ میں نے عرض کیا۔ کہ میں ابھی تنہی سے آیا تھا۔ پھر فرمایا۔ کہ میں دایاں پاسا بدل لوں۔ میں نے عرض کیا بہت اچھا۔ آپ نے پھر کروٹ بدل لی۔ اور میں دباتا رہا۔ پھر آپ سو گئے۔ آپ کا سونا اس طریق سے تھا۔ کہ دو تین منٹ، کبھی چار پانچ منٹ آپ سوتے تھے۔ اور سبحان اللہ، سبحان اللہ کہہ کر پھر آپ سو جاتے تھے۔ اور آپ کے دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت ہلتی رہتی تھی جیسے بچے انگلیوں کو حرکت دیا کرتے ہیں۔ پھر آپ جاگ گئے۔ اور فرمایا سو جاؤ۔ پھر میں بحکم الامر فوق الادب آپ کے پیروں کی طرف لیٹ گیا۔ اور مصلے جو میں ساتھ لے گیا تھا۔ وہ سرہانے سر کے نیچے رکھ لیا۔ پچھلی رات کو حضرت اقدس علیہ السلام جاگے اور مجھے خبر نہیں تھی۔ آپ قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ آہستہ آہستہ باریک آواز سے کہ یہ (عاجز راقم الحروف) جاگ نہ اُٹھے آخر حسب معمول میری آنکھ کھل گئی۔ اور آپ کا قرآن مجید پڑھنا۔ اور آہستہ آہستہ پڑھنا اور ٹہلنا دیکھا۔ فرمایا۔ صاحبزادہ صاحب جاگ اٹھے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ حضرت صلی اللہ علیک وعلی محمد جاگ اٹھا۔ فرمایا۔ صاحبزادہ صاحب وضو کے واسطے پانی لاؤں۔ میں نے عرض کیا۔ حضرت صلی اللہ علیک وعلی محمد۔ میں تو اس لئے حاضر خدمت ہوا تھا۔ کہ میں خدمت کروں۔ آپ میری خدمت کے لئے تیار ہو گئے۔ فرمایا کیا مضائقہ ہے۔ پس میں جلدی سے مسجد کے نیچے اتر گیا۔ اور ڈھاب میں وضو کیا۔ اور جلد آگیا۔ اور آپ بھی نوافل پڑھتے رہے۔ اور میں بھی نوافل میں مصروف ہوگیا۔ پھر تھوڑی دیر میں اذان کا وقت آگیا۔ فرمایا اذان کہو۔ میں نے اذان کہی اور لوگ آنے شروع ہو گئے۔

حضورؑ کے لطف وکرم کی ایک شان

(۲)

آپ کے مزاج میں وہ تواضع اور انکسار اور ضبط نفس تھا۔ کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ زمین پر آپ بیٹھے ہوں۔ اور لوگ فرش پر یا اونچے بیٹھے ہوں۔ آپ کا قلب مبارک ان باتوں کو محسوس بھی نہیں کرتا تھا۔ چار برس کا عرصہ گذرتا ہے۔ کہ آپ کے گھر کے لوگ لدھیانہ گئے ہوئے تھے۔ جون کا مہینہ تھا۔ اور اندر مکان نیا نیا بنا تھا۔ میں دوپہر کے وقت وہاں چار پائی بچھی ہوئی تھی اس پر لیٹ گیا حضرت ٹہل رہے تھے۔ میں ایک دفعہ جاگا تو حضور میری چار پائی کے نیچے لیٹے ہوئے تھے۔ میں ادب سے گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ آپ نے بڑی محبت سے پوچھا۔ آپ کیوں اُٹھے ہیں۔ میں نے عرض کیا آپ نیچے لیٹے ہوئے ہیں۔ میں اوپر کیسے سو رہوں؟ مسکرا کر فرمایا۔ میں تو آپ کا پہرہ دے رہا تھا۔ لڑکے شور کرتے تھے۔ انہیں روکتا تھا۔ کہ آپ کی نیند میں خلل نہ آئے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق

(۳)

اپنی حقیقی چچی کے ہاں جانا چھوڑ دیا ابھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دنیا میں کوئی دعویٰ نہ تھا۔ بلکہ دنیا آپ کو نہ جانتی تھی۔ اور براہین احمدیہ بھی ابھی لکھی جانی شروع نہ ہوئی تھی حضرت مسیح موعودؑ کے ایک چچا مرزا غلام حیدر مرحوم تھے جن کے مکان میں آج حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رہتے ہیں۔ ان کی اہلیہ بی بی صاحب جان تھیں۔ ایک مرتبہ ان کے منہ سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی بے ادبی کا کلمہ نکل گیا۔ باوجود اس احترام کے جو آپ بزرگوں کا کرتے تھے۔ اس بات کا اثر آپ کی طبیعت پر اسقدر ہوا۔ اور اسقدر بے تابی آپ کے قلب میں پیدا ہوئی۔ کہ اسکا اثر آپ کے چہرہ مبارک سے نمایاں تھا۔ وہ غصہ سے تمتما رہا تھا۔ اس حالت میں آپ کا کھانا بھی چھوٹ گیا۔ محض اس لئے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کیوں بے ادبی ہوئی اس قدر رنج آپ کو ہوا۔ کہ الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتا ص۴

... روایت کے راوی ہیں۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت صاحبؑ کو بہت ہی غصہ تھا۔ اور انہوں نے اس واقعہ سے متاثر ہو کر ان کے ہاں کا کھانا پینا ترک کر دیا۔ یہ ایک

آپ کی شجاعت و استقامت!

(حضرت عرفانی کبیر کی قلم سے)

اخلاق فاضلہ میں سے شجاعت اور استقامت بھی دو بڑے خُلق ہیں۔ اور اُن دونوں میں باہم ایک غیر منفک رشتہ ہے۔ کمال شجاعت یہی ہے۔ کہ اس کے ساتھ استقامت بھی ہو۔ بعض اوقات دیکھا گیا ہے۔ کہ کسی وقتی جوش کے ماتحت یا اضطراری حالت پیدا ہو جانے پر ایک کمزور سے کمزور اور بزدل انسان بھی دلیر ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر اسی قوتِ شجاعت کیساتھ استقامت نہو۔ تو وہ ایک فوری ظہور اسی قوت شجاعت کا ہوگا۔ اور وہ اخلاق فاضلہ کے سلسلہ میں نہیں آئیگی۔

علاوہ ازیں ایک شخص میدان جنگ میں ممکن ہے جوہرِ شجاعت کی داد دے سکتا ہو۔ لیکن گھر کی معمولی معاملات اور ابتلاؤں میں وہ ایسا بودا ہو۔ کہ اس کا سکونِ خاطر معمولی سی تحریک سے برباد ہو جاتا ہو۔ اس لئے جب تک ہم کسی شخص کی سیرت میں ان دونوں قوتوں کا پورا ظہور نہ دیکھیں یہ کہنا مشکل ہوگا۔ وہ شجاعت کے جوہر سے آراستہ ہے۔ اور یہ تو میں فلسفہ اخلاق کی بحث میں بیان کر آیا ہوں۔ کہ کوئی خُلق خُلق ہو ہی نہیں سکتا۔ جب تک موقع اور محل پر اس کا ظہور نہ ہو۔ اور اس شخص میں وہ قوتیں بھی ہوں۔ جو اس خلق کے کمال ظہور کے لئے ضروری ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ میں ان اخلاق کا ظہور

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے اخلاق فاضلہ کے حُسن سے مزین کرکے بھیجا تھا۔ اس لئے کہ آپ اس زمانہ میں احیاء العلوم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ کے اسوہ کو ظاہر کرنے کے لئے آئے تھے۔ آپ کی زندگی میں شجاعت و استقامت کے ظہور کے بہت سے مواقع آئے۔ اور کسی ایک موقعہ پر بھی آپ سے کوئی ایسا فعل یا حرکت سرزد نہیں ہوئی۔ جو شانِ استقامت یا جوہر شجاعت کے خلاف ہوتی۔

شجاعت کے بھی مختلف ظہور ہوتے ہیں کہیں یہ صبر کے رنگ میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ اور کہیں ضبط نفس کی صورت میں۔ میں حضرت کی شجاعت و استقامت کو مختلف واقعات کی روشنی میں پیش کرونگا۔ وباللہ توفیق

آپکا اپنا بیان قوتِ قلب و استقامت پر

خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو قوتِ قلب اور استقامت حاصل تھی۔ آپ خود اس کو محسوس کرتے اور اپنی سچائی کی ایک زبردست دلیل سمجھتے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:-

"جو لوگ ہمارے مخالف ہو کر ہم کو گالیاں دیتے ہیں۔ اور دجال اور کافر کہتے ہیں۔ ہم اس کی ذرہ بھی پرواہ نہیں کرتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک آدمی کو نورِ فطرت اور قوتِ فیصلہ عطا کی ہے۔ پاخانہ جو آدمی کے اندر سے نکلتا ہے اس کی بدبو وہ خود بھی محسوس کرتا ہے۔ پس جبکہ یہ ایک مانی ہوئی بات ہے۔ اور پکا قاعدہ ہے۔ پر جھوٹ جو اس پاخانہ سے بھی بڑھ کر بدبو رکھتا ہے۔ کیا اس کی بدبو جھوٹ بولنے والے کو نہیں آتی؟ ضرور آتی ہے۔ پر میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ ایک مفتری علی اللہ اسقدر قوت اور استقلال کے ساتھ اپنے دعوے کو پیش کرے۔ جو ہمیشہ صادق کا خاصہ ہے۔ پھر اس کی پیش رفت کیونکر کی جا سکتی ہے؟ اور وہ

میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں؟

اگر میں خدا کی طرف سے نہ آیا ہوتا۔ اور اس نے ہی مجھے مامور نہ کیا ہوتا۔ تو تم ہی بتاؤ۔ کہ اسقدر گالیاں اور اس قدر شور و شر اور مخالفت یہاں تک کہ قتل کے فتوے قتل عمد کے مقدمے جو میرے خلاف بنائے گئے۔ ان بلاؤں اور مصیبتوں کو اپنے اوپر لینے کی کس کو ضرورت ہو سکتی ہے؟ کبھی کوئی برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ اس قسم کے گندے بھرے ہوئے اشتہار اور گالیوں کے خطوط جو بھیجے جاتے ہیں سُنا کرے مگر

میں سچ کہتا ہوں

کہ یہ میرے اختیار کی بات نہیں۔ خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ چونکہ اس نے خود ہی اس سلسلہ کی بنیاد رکھی ہے۔ اُس نے ہی وہ قوتِ قلب مجھ کو عطا کی ہے۔ کہ یہ ساری مصیبتیں اور مشکلات میرے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی ہیں۔ اور مجھے تو معلوم بھی نہیں ہوتا۔ کہ کس کو کہتے ہیں۔ پس خود ہی سوچکر دیکھو۔ کہ یہ شوکت یہ قوت اور یہ استقلال کسی مفتری کو مل سکتا ہے؟ میں تو کبھی یقین نہیں کر سکتا کہ مفتری ہو۔ اور یہ قوت پالے۔" (۱۰ فروری ۱۹۰۱ء)

یہ شعور اور بصیرت تھی جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی اور آپ کے قلب مطہر میں اس قدر قوت اور استقامت تھی۔ کہ آپ کو یہ معلوم بھی نہ ہوتا تھا۔ کہ کس کو کہتے ہیں۔ یہ خارق عادت استقامت جب کہ آپ نے فرمایا مفتری اور کاذب کو نہیں مل سکتی۔ بلکہ اس کا اصل مظاہرہ انہیں لوگوں میں ہوتا ہے جو خدا کی طرف سے آتے ہیں۔ اور پھر یا ان لوگوں کو ملتی ہے جو خدا کی طرف سے آنے والوں کی پاک صحبت میں بیٹھ کر اپنی تطہیر اور تزکیہ نفس کا موقعہ پاتے ہیں۔ ایک طرف غور کرو۔ کہ اب اس استقامت اور سکینت کو صادق کا نشان اور اپنے قلب میں اس کا موجود ہونا ظاہر فرماتے ہیں۔ دوسری طرف ایسے واقعات اور حادثات پیش آتے ہیں۔ کہ اس قوت کے ظہور اور نشو و نما کا صاف صاف پتہ لگ سکے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دو باتیں!

(شیخ محمد اسماعیل صاحب سرساوی کی قلم سے)

خدا کے مامور جب دنیا کو منور کرتے ہیں۔ تو ان کی رفتار و گفتار بھی خدا کا نشان ہو جاتے ہیں۔

(۱)

چنانچہ جب حضور خطبہ الہامیہ لکھا رہے تھے۔ تو حضورؑ کی زبانِ مبارک میں اسقدر تیزی تھی۔ کہ لکھنے والے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ بہت زود نویس تھے۔ مگر لکھنے سے قاصر آجاتے تھے۔ تب حضورؑ نے آہستہ آہستہ بولنا شروع کیا۔ تو خطبہ قلمبند کیا گیا پس حضرت اقدسؑ کا بولنا بھی ایک نشان تھا۔

(۲)

رسول جب ارادہ کرلیتا ہے۔ تو بدلتا نہیں۔

ایک دفعہ گورداسپور میں تاریخ تھی۔ حضور علیہ السلام نے سفر کی تیاری فرمالی۔ مجھے بھی فرمایا۔ کہ اسمٰعیل تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔ مگر عین روانگی سے قبل گورداسپور سے آدمی آگیا۔ کہ تاریخ تین دن کے بعد مقرر ہو گئی ہے۔ حضورؑ نے سنکر فرمایا:-

خدا کے رسول جب ارادہ کر لیتے ہیں۔ تو اس کو بدلا نہیں کرتے

چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گورداسپور روانہ ہو پڑے۔ اور وہیں تین دن قیام کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم

نتیجۂ فکر جناب رحمت اللہ صاحب شاکر

قادر مطلق الٰہ العالمین کو جاننا
اس کو سب اوصافِ پاکیزہ میں کامل ماننا
گر پڑے مشکل تو جھک جانا اسی کے سامنے
میرزا نے ہمکو سکھلایا خدا سے مانگنا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام
کا
حق کے طالبوں سے خطاب

اب میں ذیل میں وہ مضمون جس کا اوپر وعدہ دیا گیا ہے۔ لکھتا ہوں:-

اے حق کے طالبو! اور اسلام کے سچے محبو! آپ لوگوں پر واضح ہے۔ کہ یہ زمانہ جس میں ہم لوگ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ ایک ایسا تاریک زمانہ ہے۔ کہ کیا ایمانی اور کیا عملی جسقدر امور ہیں سب میں فساد واقع ہو گیا ہے۔ اور ایک تیز آندھی ضلالت اور گمراہی کی ہر طرف سے چل رہی ہے۔ وہ چیز جس کو ایمان کہتے ہیں۔ اس کی جگہ چند لفظوں نے لے لی ہے جن کا محض زبان سے اقرار کیا جاتا ہے۔ اور وہ امور جن کا نام اعمالِ صالحہ ہے ان کا مصداق چند رسوم یا اسراف اور ریاکاری کے کام سمجھے گئے ہیں۔ اور جو حقیقی نیکی ہے۔ اس سے بکلی بے خبری ہے اس زمانہ کا فلسفہ اور طبیعی بھی روحانی صلاحیت کا سخت مخالف پڑا ہے۔ اس کے جذبات اس کے جاننے والوں پر نہایت بد اثر کرنے والے اور ظلمت کی طرف کھینچنے والے ثابت ہوتے ہیں۔ وہ زہریلے مواد کو حرکت دیتے اور سوتے ہوئے شیطان کو جگا دیتے ہیں۔ ان علوم میں دخل رکھنے والے دینی امور میں اکثر ایسی بد عقیدگی پیدا کر لیتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ اصولوں اور صوم و صلوٰۃ وغیرہ عبادت کے طریقوں کو تحقیر اور استہزاء کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں۔ انکے دلوں میں خدا تعالیٰ کے وجود کی بھی کچھ وقعت اور عظمت نہیں بلکہ اکثر ان میں سے الحاد کے رنگ سے رنگین اور دہریت کے رگ و ریشہ سے پُر اور مسلمانوں کی اولاد کہلا کر پھر دشمن دین ہیں۔ جو لوگ کالجوں میں پڑھتے ہیں۔ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے۔ کہ ہنوز وہ اپنے علوم ضروریہ کی تحصیل سے فارغ نہیں ہوتے۔ کہ دین اور دین کی ہمدردی سے پہلے ہی فارغ اور مستعفی ہو چکے ہیں۔ یہ میں نے صرف ایک شاخ کا ذکر کیا ہے۔ جو حال کے زمانہ میں ضلالت کے پھلوں سے لدی ہوئی ہے۔ مگر اس کے سوا صدہا اور شاخیں بھی ہیں۔ جو اس سے کم نہیں۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ دنیا سے امانت اور دیانت ایسی اٹھ گئی ہے۔ کہ گویا بکلی مفقود ہو گئی ہے۔ دنیا کمانے کے لئے مکر اور فریب حد سے زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ جو شخص سب سے زیادہ فریبی ہو۔ وہی سب سے زیادہ لائق سمجھا جاتا ہے۔ طرح طرح کی ناراستی بد دیانتی بد اعمالی۔ دغا بازی۔ دروغگوئی اور نہایت درجہ کی روبہ بازی اور لالچ سے بھرے ہوئے منصوبے اور بد ذاتی سے بھری ہوئی خصلتیں پھیلتی جاتی ہیں۔ اور نہایت بے رحمی سے ملے ہوئے کینے اور جھگڑے ترقی پر ہیں۔ اور جذبات بہیمیہ اور سبعیہ کا ایک طوفان اٹھا ہوا ہے۔ اور جس قدر لوگ ان علوم اور قوانین مروجہ میں چست و چالاک ہوتے جاتے ہیں اسی قدر نیک گوہری اور نیک کرداری کی طبعی خصلتیں اور حیا اور شرم اور خداترسی اور دیانت کی فطرتی خاصیتیں ان میں کم ہوتی جاتی ہیں۔

عیسائیوں کی تعلیم بھی سچائی اور ایمانداری کے اڑانے کے لئے کئی قسم کی سرنگیں طیار کر رہی ہے۔ اور عیسائی لوگ اسلام کے مٹا دینے کے لئے جھوٹ اور بناوٹ کی تمام باریک باتوں کو نہایت درجہ کی جانکاہی سے پیدا کر کے ہر ایک رہزنی کے موقع اور محل پر کام میں لا رہے ہیں۔ اور بہکانے کے نئے نئے نسخے اور گمراہ کرنے کی جدید صورتیں تراشی جاتی ہیں۔ اور اس انسانِ کامل کی سخت توہین کر رہے ہیں جو تمام مقدسوں کا فخر اور تمام مقربوں کا سرتاج اور تمام بزرگ رسولوں کا سردار تھا۔ یہاں تک کہ ناٹک کے تماشوں میں نہایت شیطنت کے ساتھ اسلام اور ہادئ پاک اسلام کی بُرے بُرے پیرایوں میں تصویریں دکھلائی جاتی ہیں۔ اور سوانگ نکالے جاتے ہیں۔ اور ایسی افترائی تہمتیں تھیٹر کے ذریعہ سے پھیلائی جاتی ہیں جن میں اسلام اور نبئ پاک کی عزت کو خاک میں ملا دینے کی پوری حرام زدگی خرچ کی گئی ہے۔

اب اے مسلمانو سنو! اور غور سے سنو! کہ اسلام کی پاک تاثیروں کے روکنے کے لئے جس قدر پیچیدہ افتراء اس عیسائی قوم میں استعمال کئے گئے۔ اور پُر مکر حیلے کام میں لائے گئے۔ اور ان کے پھیلانے میں جان توڑ کر اور مال کو پانی کی طرح بہا کر کوششیں کی گئیں۔ یہاں تک کہ نہایت شرمناک ذریعے بھی جن کی تصریح سے اس مضمون کو منزہ رکھنا بہتر ہے۔ اسی راہ میں ختم کئے گئے۔ یہ کرسچین قوموں اور تثلیث کے حامیوں کی جانب سے وہ ساحرانہ کارروائیاں ہیں کہ جب تک انکے اس سحر کے مقابل پر خدا تعالیٰ وہ پُرزور ہاتھ نہ دکھا دے۔ جو معجزہ کی قدرت اپنے اندر رکھتا ہو اور اس معجزہ سے اس طلسم سحر کو پاش پاش نہ کرے۔ تب تک اس جادوئے فرنگ سے سادہ لوح دلوں کو مخلصی حاصل ہونا بالکل قیاس اور گمان سے باہر ہے۔ سو خدا تعالیٰ نے اس جادو کے باطل کرنے کے لئے اس زمانہ کے سچے مسلمانوں کو یہ معجزہ دیا۔ کہ اپنے اس بندہ کو اپنے الہام اور کلام اور اپنی برکاتِ خاصہ سے مشرف کر کے اور اپنی راہ کے باریک علوم سے بہرۂ کامل بخشکر مخالفین کے مقابل پر بھیجا۔ اور بہت سے آسمانی تحائف اور علوی عجائبات اور روحانی معارف و دقائق ساتھ دیئے۔ تا اس آسمانی پتھر کے ذریعہ سے وہ موم کا بُت توڑ دیا جائے۔ جو سحرِ فرنگ نے تیار کیا ہے۔ سو اے مسلمانو! اس عاجز کا ظہور ساحرانہ تاریکیوں کے اٹھانے کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک معجزہ ہے کیا ضرور نہیں تھا۔ کہ سحر کے مقابل پر معجزہ بھی دنیا میں آتا؟ کیا تمہاری نظروں میں یہ بات عجیب اور انہونی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نہایت درجہ کے سحروں کے مقابلہ پر جو سحر کی حقیقت تک پہنچ گئے ہیں ایک ایسی حقانی چمکار دکھا دے۔ جو معجزہ کا اثر رکھتی ہو۔

اے دانشمندو! تم اس سے تعجب مت کرو۔ کہ خدا تعالیٰ نے اس ضرورت کے وقت میں اور اس گہری تاریکی کے دنوں میں ایک آسمانی روشنی نازل کی۔ اور ایک بندہ کو مصلحتِ عام کے لئے خاص کر کے بغرض اعلائے کلمۂ اسلام و اشاعتِ نور حضرت خیر الانام اور تائید مسلمانوں کے لئے اور نیز ان کی اندرونی حالت کے صاف کرنے کے ارادہ سے دنیا میں بھیجا۔ تعجب تو اس بات میں ہوتا کہ وہ خدا جو حامی دینِ اسلام ہے۔ جس نے وعدہ کیا تھا کہ ہمیشہ تعلیم قرآنی کا نگہبان رہونگا۔ اور اسے سرد اور بے رونق اور بے نور ہونے نہیں دونگا وہ اس تاریکی کو دیکھکر اور ان اندرونی اور بیرونی فسادوں پر نظر ڈال کر چُپ رہتا۔ اور اپنے اس وعدہ کو یاد نہ کرتا۔ جس کو اپنے پاک کلام میں مؤکد طور پر بیان کر چکا تھا پھر میں کہتا ہوں۔ کہ اگر تعجب کی جگہ تھی۔ تو یہ تھی۔ کہ اس پاک رسول کی یہ صاف اور کھلی پیشگوئی خطا جاتی جس میں فرمایا گیا تھا۔ کہ ہر ایک صدی کے سر پر خدا تعالیٰ ایک ایسے بندہ کو پیدا کرتا رہے گا۔ کہ جو اس کے دین کی تجدید کریگا۔ سو یہ تعجب کا مقام نہیں۔ بلکہ ہزار در ہزار شکر کا مقام اور ایمان اور یقین کے بڑھانے کا وقت ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے وعدہ کو پورا کیا۔ اور اپنے رسول کی پیشگوئی میں ایک منٹ کا بھی فرق پڑنے نہیں دیا۔ اور نہ صرف اس پیشگوئی کو پوری کر کے دکھلایا۔ بلکہ آئندہ کے لئے بھی ہزاروں پیشگوئیوں اور خوارق کا دروازہ کھول دیا اور اگر تم ایماندار ہو۔ تو شکر کرو۔ اور شکر کے سجدات بجا لاؤ۔ کہ وہ زمانہ جس کا انتظار کرتے کرتے تمہارے بزرگ آباء گذر گئے۔ اور بے شمار روحیں اس کے شوق میں ہی سفر کر گئیں۔ وہ وقت تم نے پا لیا۔ اب اس کی قدر کرنا یا نہ کرنا۔ اور اس سے فائدہ اٹھانا یا نہ اٹھانا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ میں اس کو بار بار بیان کرونگا۔ اور اس کے اظہار سے میں رک نہیں سکتا۔ کہ میں وہی ہوں جو وقت پر اصلاح خلق کیلئے بھیجا گیا۔ (فتح اسلام)

میرے آقا کے تذکرے غیروں کی زبان اور قلم سے

(۱)

وہ شخص، بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا۔ اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے۔ اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کیلئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شور قیامت ہو کے خفتگانِ خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں۔ کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو۔ یہ نازشِ فرزندانِ تاریخ بہت کم منظرِ عالم پر آتے ہیں۔ اور جب آتے ہیں۔ تو دنیا میں انقلاب پیدا کرکے دکھا جاتے ہیں۔ ....

....

مرزا صاحب کی اس رفعت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلافات کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ان تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرادیا۔ کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات سے وابستہ تھی خاتمہ کر دیا ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض ادا کرتے رہے ....

غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنیوالی نسلوں کو گرانبارِ احسان رکھیگی۔ کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا۔ اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اسوقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون ہے۔ اور حمائت اسلام کا جذبہ ان کے شعارِ قومی کا عنوان نظر آئیگا۔

اس کے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں مرزا صاحب نے اسلام کی بہت خاص خدمت انجام دی۔ ....

آئندہ امید نہیں۔ کہ مذہبی دنیا میں اس شان کا کوئی شخص پیدا ہو۔

(وکیل امرتسر)

وہ نظم جو حضور علیہ السلام کے وصال سے قبل سنائی گئی

ڈاکٹر احمد حسین صاحب لائلپوری نے ۱۶ر جنوری ۱۹۰۸ء کو حضرت اقدس علیہ السلام کے حضور پڑھ کر سنائی۔ اس نظم کے بعد کوئی نظم حضرت اقدس علیہ السلام کے حضور نہیں سنائی گئی۔

یاربّ قادیاں میں میرا مزار ہووے
عبدالکریم رضؓ یارب جس جا ہوا ہے مدفون
اس میں مسیح آیا، جس نے خدا دکھایا
آیا تو مسیحا چودہ صدی کے سر پر
تیرے لئے خدا نے لاکھوں نشاں دکھائے
قرآن میں خدا نے یہ لکھدیا ہے پڑھ لو
قرآن میں بتائی عیسیٰ کی خبر ہم کو
شیطاں کو یا الٰہی دکھلا دے مار کر کے
اے مہدی و مسیحا بہتر خدا سے دعا کر

اور میرا ذرہ ذرہ اس پر نثار ہووے
وہ خاک پاک میری دار القرار ہووے
اس پر خدا کی رحمت بس بیشمار ہووے
آمد پہ کیوں نہ تیرے فصلِ بہار ہووے
پھر کیوں نہ تیرا دشمن دنیا میں خوار ہووے
گستاخ حق کا دشمن ہر جا پہ خوار ہووے
اس کے نزول کا پھر کیوں انتظار ہووے
مشکل یہی ہے باقی کشتی یہ پار ہووے
رحمت خدا کی ہم پر بس بیشمار ہووے

یا ربّی قادیاں میں میرا مزار ہووے
اور میرا ذرہ ذرہ اس پر نثار ہووے

(۲)

اگر ارنسٹ رینن مشہور فرانسیسی گذشتہ بیس سال کے اندر ہندوستان میں ہوتا۔ تو وہ یقیناً مرزا صاحب کے پاس آتا اور ان کے حالات کا مطالعہ کرتا۔ اور جس کا نتیجہ یہ ہوتا۔ کہ انبیاء بنی اسرائیل کے عجیب غریب حالات پر ایک نئی روشنی پڑتی۔ مگر ہمارے محدود اور تنگ خیالات ایسے مقابلہ کرنے سے مانع ہیں۔ کیونکہ ہمارا مذہبی لٹریچر تنگ دائرہ کے اندر محدود ہے۔

بہرحال قادیان کا نبی ایک ایسا انسان تھا۔ جو ہمیشہ دنیا میں نہیں آیا کرتے۔ ان کی روح پر سلامتی ہو۔

(پائینیر)

(۳)

چونکہ مرزا صاحب نے اپنی پر زور تقریروں اور شاندار تصانیف سے مخالفین اسلام کو اُن کے ہر اعتراضات کے دندان شکن جواب دیکر ہمیشہ کیلئے ساکت کر دیا ہے اور کر دکھایا ہے۔ کہ حق حق ہی ہے۔ اور واقعی مرزا صاحب نے حق حمائت اسلام کا کما حقہٗ ادا کر کے خدمت دین اسلام میں کوئی دقیقہ فرد گذاشت نہیں کیا۔ انصاف متقاضی ہے۔ کہ ایسے اولوالعزم حامئ اسلام، معین المسلمین، فاضلِ اجل بے بدل کی ناگہانی اور بے وقت موت پر افسوس کیا جائے۔

(صادق الاخبار)

(۴)

۱۸۷۴ء سے ۱۸۷۶ء تک شمشیر قلم عیسائیوں۔ آریوں۔ برہموؤں کے خلاف خوب چلایا۔ ....

.... بے شک مرحوم اسلام کا ایک بڑا پہلوان تھا۔

(علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ)

(۵)

ہم یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ وہ کیا بلحاظ لیاقت اور کیا بلحاظ اخلاق اور کیا بلحاظ شرافت کے ایک بڑے پایہ کے انسان تھے۔

(برہمو پرچارک)

(۶)

مرزا صاحب مرحوم نہائیت مقدس اور برگزیدہ بزرگ تھے۔ اور نیکی کی ایسی قدرت رکھتے تھے۔ جو سخت سے سخت دلوں کو تسخیر کر لیتی تھی۔ وہ نہایت باخبر عالم بلند ہمت۔ مصلح اور پاک زندگی کا نمونہ تھے۔ ہم ان کو منصباً مسیح موعود تو نہیں مانتے۔ لیکن ان کی ہدائیت اور رہنمائی مردہ روحوں کیلئے واقعی مسیحائی تھی۔

(تہذیب)

(۷)

جو درجہ حضرت اقدس مرزا صاحب کو اپنے مریدوں میں حاصل تھا۔ اور جو اثر کہ حضرت اقدس کا اپنے مریدوں کی جماعت پر تھا۔ اس میں کچھ کلام نہیں۔ کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں نہ یہ اثر کسی مولوی اور نہ عالم و فاضل کو اپنے مریدوں پر تھا۔ اور نہ کسی صوفی اور ولی اللہ کا اپنے مریدوں پر تھا۔ اور نہ کسی لیڈر اور نہ کسی ریفارمر کا اپنے مقلدین پر۔

(البشیر اٹاوہ)

(باقی دیکھو صفحہ ۱۲ پر)

وصایا

نمبر ۵۰۴۸

منکہ حافظ شفیق احمد نجیب آبادی ولد حافظ محمد ابراہیم قوم شیخ پیشہ ملازمت عمر ۲۶ سال بیعت فروری ۱۹۲۹ء ساکن قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۴/۵/۴۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں۔ اس وقت میری ماہوار آمد بیس روپیہ ہے۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ میرے مرنے کے وقت میری جس قدر جائیداد ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد۔ حافظ شفیق احمد محلہ دار العلوم قادیان

گواہ شد:۔ محمد طفیل خاں پریذیڈنٹ محلہ دار العلوم قادیان

گواہ شد:۔ عبد الرحمن مولوی فاضل مدرس مدرسہ احمدیہ محلہ دار الفضل۔

نمبر ۵۰۴۹

منکہ سعید احمد فاروقی۔ ولد منشی محمد حسین صاحب فاروقی مرحوم قوم قریشی فاروقی۔ پیشہ وقف زندگی عمر ۴۰ سال۔ پیدائشی احمدی ساکن قادیان۔ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج ۱۳/۵/۴۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری جائیداد کوئی نہیں۔ میرا گزارہ ماہوار الاؤنس پر ہے جو کہ مبلغ پندرہ روپے دفتر تحریک جدید سے ملتے ہیں۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ ترقی کی صورت میں اسی حساب سے ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا اگر میرے مرنے کے بعد اس کے علاوہ منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد ثابت ہو۔ تو انجمن مذکور کو حق ہوگا۔ کہ اس کا بھی ۱/۱۰ حصہ وضع کرے۔

العبد:۔ سعید احمد فاروقی محرر مالی دفتر تحریک جدید

گواہ شد:۔ عبد الواحد ٹیوٹر بورڈنگ تحریک جدید۔

گواہ شد:۔ مرزا محمد یعقوب وائس پریذیڈنٹ حلقہ مسجد مبارک۔

نمبر ۵۰۵۰

منکہ مرزا محمد یعقوب ولد مرزا محمد اشرف صاحب۔ قوم مغل برلاس۔ پیشہ وقف زندگی عمر ۳۳ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان۔ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۳/۵/۴۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں۔ اسوقت میری ماہوار آمد ــــــ ہے۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا میرے مرنے کے وقت میرا جس قدر متروکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد:۔ مرزا محمد یعقوب وائس پریذیڈنٹ حلقہ مسجد مبارک

گواہ شد:۔ محمد اشرف والد موصی سابق محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان۔

گواہ شد:۔ ذوالفقار علی خاں ناظم تجارت تحریک جدید

نمبر ۴۹۱۸

منکہ رابعہ بیگم زوجہ محمد رمضان صاحب قوم ارائیں عمر ۲۵ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان دار السعت۔ ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۸/۱۱ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

اس وقت میری جائیداد میرا حق مہر جو مبلغ ایک سو روپیہ ہے۔ جو تاحال بذمہ خاوند قابل ادا ہے۔ اور ایک سو روپیہ جو میں نے اپنے خاوند کو قرض دیا ہے۔ جو بذمہ خاوند قابل ادا ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ میری کوئی جائیداد نہیں۔ اور نہ ہی کوئی آمد ہے۔ لیکن اگر میری وفات کے وقت میری کوئی اور جائیداد ثابت ہو یا پیدا ہو۔ تو اس کے ۱/۱۰ حصے کی بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتی ہوں۔ اور صدر انجمن احمدیہ اس کی بھی مالک ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔

العبد:۔ نشان انگوٹھا رابعہ موصیہ۔

گواہ شد:۔ محمد رمضان خاوند موصیہ۔

گواہ شد:۔ نشان انگوٹھا عمر دین حجام۔

نمبر ۴۷۲۷

منکہ چراغ الدین ولد میاں الٰہی بخش صاحب قوم راجپوت پیشہ تجارت عمر ۶۴ سال۔ تاریخ بیعت سال ۱۹۰۲ء ساکن محلہ دار السعۃ قادیان۔ ڈاکخانہ خاص۔ تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵ جنوری ۱۹۴۸ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری اسوقت حسب ذیل جائیداد ہے۔ اور ایک مکان پختہ بر مشتمل دو کوٹھڑیاں ایک برانڈہ۔ ایک باورچی خانہ۔ جسکا کل رقبہ بمع صحن سوا آٹھ مرلہ ہے۔ محلہ دار السعۃ قادیان میں واقعہ ہے۔ اور جس کی مالیت اندازاً ایک ہزار روپیہ ہے میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو کہ اسوقت اوسطاً پندرہ روپیہ ماہوار ہے۔ میں تا زیست اپنی آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ کہ میری جائیداد بوقت وفات جو ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ اس جائیداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کی مد میں کروں۔ تو اس قدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائے گا۔ فقط

العبد:۔ چراغ الدین بقلم خود سکنہ محلہ دار السعۃ قادیان

گواہ شد:۔ سبحان علی کاتب سکنہ محلہ دار السعۃ قادیان بقلم خود

گواہ شد:۔ رمضان علی ساکن محلہ دار السعۃ قادیان۔ دار الامان بقلم خود

نمبر ۵۰۵۳

منکہ خورشید بی بی زوجہ عبد اللہ ایس۔ وی جوڑہ کرنانہ۔ قوم راجپوت (جنجوعہ) پیشہ ملازمت عمر تقریباً ۲۷ سال پیدائشی احمدی۔ ساکن آڑہ۔ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲/۵/۴۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں

میری جائیداد اس وقت تین صد روپیہ حق مہر ہے جس میں زیورات بھی شامل ہیں۔ جو کہ تقریباً ۱۵۰ روپیہ کی مالیت کے ہیں۔ بقایا ڈیڑھ صد نقد اپنے خاوند کی تحویل میں رکھا ہے۔ جسے جب چاہوں لے سکتی ہوں۔ میں کل تین صد روپیہ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ میری وفات کے بعد جو بھی جائیداد میرے حق میں ثابت ہوگی اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔

العبد:۔ خورشید بی بی بقلم خود۔

گواہ شد:۔ عبد اللہ خاوند موصیہ۔

گواہ شد:۔ حافظ محمد اکبر سیکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ جوڑہ کرنانہ۔

نمبر ۵۰۵۲

منکہ عبد اللہ ولد مولوی محمد دین احمدی مرحوم امام جماعت احمدیہ آڑہ قوم راجپوت جنجوعہ پیشہ ملازمت عمر تخمیناً ۳۵ سال پیدائشی احمدی ساکن آڑہ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲/۵/۴۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری جائیداد اسوقت ایک قطعہ زمین ۱۶ مرلہ یک کنال واقعہ محلہ دار العلوم قادیان جو ساڑھے چار سو روپیہ سے خرید کیا ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میری موت کے بعد اگر اس کے علاوہ کوئی اور جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ ثابت ہو۔ تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو کہ ۴۳ روپے ماہوار بصورت تنخواہ ملتی ہے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میں انشاء اللہ منظوری وصیت پر ۱/۱۰ حصہ ماہوار صدر انجمن احمدیہ کو دیتا رہوں گا۔

العبد:۔ عبد اللہ بقلم خود۔ گواہ شد:۔ سردار علی جمعدار پنشنر جوڑہ کرنانہ گواہ شد:۔ حافظ محمد اکبر بقلم خود سیکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ جوڑہ کرنانہ۔